زبان و ادب

(تحقیقی و تنقیدی مجلہ)

ISSN:۱۹۹۱_۷۸۱۳

ششماہی مجلہ | جولائی تا دسمبر ۲۰۱۶ء | شمارہ ۱۹



شعبۂ اُردو

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

E-mail: azizmaliksgd@gmail.com

www.gcuf.edu.pk

مولانا رومؒ اور حضرت سلطان باہوؒ کے فکری اشتراکات

ڈاکٹر نذر عابد

Dr. Nazar Abid

ABSTRACT:

Moulana Jalal ud Din Roomi and Hazrat Sultan Bahoo are well known spritual scholars of Muslim World. Although both the scholars belong to different regions(Roomi: Qouni, Turkey and Bahoo : Punjab, Sub-Continent) and different ages (Roomi: 13th century and Bahoo: 17th century) but there are a lot of similarities found in their thoughts and ideas. In this article, the author has explored such similarities in the poetic works of both the spirtual thinkers and critically analysed the same to prove the claimed similarities.

صوفی جب اپنی روحانی وقلبی واردات کے دوران میں محبوب حقیقی کے بے پناہ تصور میں گم اپنی ذات کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کے بعد پھر سے ظاہری زمان ومکان کی طرف لوٹتا ہے تو اُس کا دامن خیال عشق حقیقی اور معرفت حق کے انمول موتیوں سے مالا مال ہوتا ہے صوفی کے لیے اگلا مرحلہ بانٹنے، تقسیم کر دینے اور فیضان رسانی کا مرحلہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی روحانی وقلبی واردات کے نتیجے میں کشیدہ کردہ معرفت کے ان موتیوں اور فیضان کثیر کے ان خزانوں کو خلق خدا پر نچھاور کر دیتا ہے کہ تصوف دراصل احسان ہی کا دوسرا نام ہے۔ ایسے اہلِ نظر اگر تصوف اور سلوک کی پر پیچ راہوں کے پرشوق مسافر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی ہوں تو اُن کے باطنی فیضان کی تاثیر اپنی نوعیت کے اعتبار سے دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ کہ ایسے میں اُنھیں اپنے روحانی تجربات کے اظہار کے لیے اعلیٰ تخیل کی بلند پروازی اور شدت جذبات کی وارفتگی بھی میسر ہوتی ہے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہوؒ صوفیائے کرام کے اُسی عظیم طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اپنی قلبی واردات اور روحانی تجربات کے راز ہائے سربستہ کی نقاب کشائی کے لیے شعری زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔ قونیہ ترکستان میں آسودہ خاک تیرھویں صدی عیسوی

صدر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

کے عظیم صوفی دانشور مولانا جلال الدین رومیؒ اور برصغیر پنجاب کی سرزمین کو اپنا مسکن ہونے کا شرف بخشنے والے سترھویں صدی عیسوی کے نابغہ روزگار مفکر، سلطان الفقر حضرت سلطان باہوؒ کے درمیان زمانی اعتبار سے صدیوں اور مکانی اعتبار سے ہزاروں میل کا بعد ہونے کے باوجود حیرت انگیز حد تک فکری اشتراکات پائے جاتے ہیں۔

یہ امر بذات خود توجہ طلب ہے کہ مولانا روم کی شخصیت اور افکار ونظریات نے برصغیر کے اہل دانش پر فکری حوالے سے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر منیر احمد یزدانی لکھتے ہیں:

''مولانا روم اپنی زندگی میں ایک بار بھی برصغیر نہیں آئے، اس کے باوجود مولانا کے آثار نے سب سے زیادہ برصغیر کو متاثر کیا اور یہاں کے لوگ اُن سے اور اُن کے افکار سے یوں متاثر ہوئے جیسے وہ اسی خاک کے فرزند ہوں۔''(۱)

جہاں تک مولانا رومؒ اور حضرت سخی سلطان باہوؒ کے ہاں پائے جانے والے باہمی فکری اشتراکات کا تعلق ہے تو دونوں کے افکار وخیالات اور تعلیمات کا اصل ماخذ اور منبع قرآن وحدیث کی وہ روشن ہدایات ہیں جو قیامت تک پوری انسانیت کی راہنمائی کا عظیم فریضہ ادا کرتی رہیں گی۔ مولانا رومؒ کے کلام کو:

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں درزبان پہلوی

قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ نے بھی اپنے روشن کلام کو قرآن وحدیث میں غور وفکر کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ہیچ تالیفے نہ در تصنیف ما | ہر سخن تصنیف مارا از خدا
علم از قرآں گرفتم و زحدیث | ہر کہ منکر می شود اہلِ ازخبیث(۲)

فرماتے ہیں میرے کلام میں کسی کی نقل نہیں پائی جاتی۔ میرا ہر سخن خدا کی طرف سے گویا الہام شدہ ہے ایسا کلام جس میں پایا جانے والا علم قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے لہٰذا جو میرے کلام کا انکار کرتا ہے اُس کا باطن گمراہی کی آلودگی سے داغدار ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے تمام تر مراتب شرعی احکامات پر عمل پیرا ہو کر حاصل کیے ہیں کہ میں نے ہمیشہ شریعت کو اپنا راہبر ورہنما بنایا ہے۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم(۳)

مولانا رومؒ اس بات کے قائل ہیں کہ راہ سلوک کے مختلف مراحل طے کرتے ہوئے سالک کو رہبر کامل کی راہنمائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ پیر کامل کی رہبری کے بغیر سلوک کی راہیں اور ہدایت کی منزلیں کھوئی ہو جاتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، کسی مولوی کو مولائے روم بننے کی خاطر کسی شمس تبریزی کی

غلامی میں آنا پڑتا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد(۴)

سلطان الفقر حضرت سلطان باہوؒ کے مطابق بھی سالک کی صفائے باطن کا تمام تر دارو مدار مرشد کامل کی روحانی تربیت پر ہے اُن کے مطابق مرشد کامل طالب حق کی باطنی دنیا میں عشق حقیقی کی ایسی آگ روشن کر دیتا ہے جس میں ماسوا اللہ راکھ ہو کر رہ جاتا ہے اور اُس کے اندر کی سچی پیاس کو وحدت کے پاکیزہ اور مصفیٰ پانی سے سیراب کر دیا جاتا ہے۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہرجائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلا ں تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو(۵)

مولانا رومؒ کے نزدیک ایسے مرشد کامل کی توجہ حاصل کرنے کے لیے طالب حق کو کمال ادب کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اسی کمال ادب کے طفیل وہ اپنی ذات کو اُن روشن اسرار سے مستنیر کر سکتا ہے جو مرشد حق کی طرف سے عطا کیے جاتے ہیں۔ ایسی عظیم ہستیوں کو مولانا رومؒ رسولان ضمیر کے نام سے یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جویائے راہ حق کو اُن کے سامنے ایسے ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھنا چاہیے جیسے حضرت اسرافیلؑ ہر وقت صور پھونکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم سننے کے لیے منتظر ہیں۔ یہ رسولان ضمیر اپنے راز ہائے سربستہ کی امانت سالک کو اسی صورت میں پہنچاتے ہیں جب وہ اُن کے سامنے ادب واحترام سے دوہرا ہو جاتا ہے۔

این رسولان ضمیر و راز گو　　مستمع خواہند اسرافیل خو
کے رسانند آں امانت را بتو　　تا نباشی پیش شاں راکع دو تو(۶)

ایک مقام پر مولانا رومؒ نے حق و معرفت کے راستوں کی آگہی عطا کرنے والے مرشد کامل کو شیخ نورانی کے لقب سے یاد کیا ہے جو طالب حق کے سخن و عمل میں بھی نور کی کیفیت بھر دیتا ہے۔ مولانا حق و معرفت کے طالب کو شیخ نورانی کے اتباع میں جہد مسلسل کی تلقین کرتے ہیں تا کہ وہ خود بھی صاحب نور ہو جائے۔

شیخ نورانی ز راہ آگہ کند　　با سخن ہم نور را ہمراہ کند
جہد کن تا مست و نورانی شوی　　تا حدیثت راشود نورش روی(۷)

شیخ نورانی کی پیروی اور اتباع میں خود مست و نورانی ہو جانا دراصل فنا فی الشیخ کی منزل ہے جب طالب اپنی ذات کو مرشد کامل کی ذات میں گم کر دیتا ہے۔ یہ عشق حقیقی کی وہ منزل ہے کہ جب مرشد

کامل کی ذات ہمہ وقت سالک کے پیش نظر رہتی ہے اور وہ زندگی کے ایک ایک لمحے میں اور ایک ایک قدم پر مرشد کامل کی ذات میں یوں محو رہتا ہے کہ دوئی کا احساس مٹ جاتا ہے۔ مولانا رومؒ کی طرح سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے ہاں بھی فنافی الشیخ کا یہ تصور اپنی تمام تر شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ہو
اتنیاں ڈٹھیاں صبر نہ آوے ہور کتے ول بھجاں ہو
مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو(۸)

حضرت سلطان باہوؒ کی اس سہ حرفی میں مرشد کامل کے دیدار کے حوالے سے جو سرشاری اور وارفتگی پائی جاتی ہے، اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سالک کے لیے دیدار کی یہی لذت اصل حیات اور حاصل زندگی ہے۔ مولانا رومؒ کے ہاں بھی دیدار دوست کی یہی کیفیت پائی جاتی ہے بلکہ وہ دید دوست کے علاوہ کسی اور نوعیت کے عمل دید کو سرے سے دید کا عمل ماننے کے لیے ہی تیار نہیں۔

آدمی دید است ، باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است(۹)

دیدار دوست کا یہ سچا جذبہ سچے عشق کی عطا ہے جو طالب حق کی ذات کے اندر ایک قوت حیات کی صورت میں موجزن ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ کے نزدیک عشق وہ دوائے حیات بخش ہے جو انسان کو تمام تر روحانی و قلبی امراض سے نجات عطا کرتی ہے اور جس کی بدولت انسان کی ارضی وخاکی حیثیت کو افلاکی وملکوتی درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　　اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما　　　اے تو افلاطون و جالینوس ما

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد(۱۰)

سرکار سلطان باہوؒ کے مطابق جس کی رگ و پے میں عشق سرایت کر جاتا ہے وہ صاحب راز کے عظیم مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ ایسے صاحبان راز دریائے وحدت کے وہ شناور بن کر اُبھرتے ہیں جن کے سینے کائناتی حقیقتوں کے دفینے اور معرفت کے خزینے بن جاتے ہیں۔

عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا اوہ رہندے چپ چپاتے ہو
لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ پھردے گنگے باتے ہو
اوہ کردے وضو اسم اعظم دا تے دریا وحدت وچ ناتے ہو
تدوں قبول نمازاں باہو جدیاں یار پچھاتے ہو(۱۱)

مولانا رومؒ علم وحکمت اور عشق کی دردمندی ودل سوزی کو رزق حلال سے مشروط کرتے ہیں۔ علم نافع اور حکمت بالغہ کا لقمہ حلال سے کشید کردہ قوت پر دارومدار ہے۔ایسا علم جو انسان کی محض جسمانی احتیاجات کی تکمیل کرے، اُس کی مثال زہر قاتل کی سی ہے جو انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر حیات انسانی کو مسموم کر کے رکھ دیتا ہے۔انسانی حوالے سے علم نافع وہ ہے جو قلب وروح کی گداختگی کا باعث بنے اور یوں انسانیت کے پھلنے پھولنے میں معاون ثابت ہو۔مولانا کے مطابق:

علم وحکمت زاید ازنان حلال　　　عشق ورقت آید ازنان حلال
علم را برتن زنی مارے بود　　　علم را بردل زنی یارے بود(۱۲)

حضرت سلطان باہوؒ بھی ایسے علم کو جہالت گردانتے ہیں جو انسان کی تہذیب نفس نہ کر سکے۔ وہ قلب انسانی کو دفتر وحدت قرار دیتے ہوئے طالب حق سے درس وحدانیت کے مسلسل مطالعے کا مطالبہ کرتے ہیں۔وہ علم وحکمت اور عبادت وریاضت کے اُس ارفع واعلیٰ روحانی معیار کے متمنی ہیں جو انسان کے باطن کو منور ومستنیر کردے۔

تسی پھری تے دل نہیں پھریا کیہ لیناں تسی پھڑ کے ہو
علم پڑھیا ادب نہ سکھیا کیہ لیناں علم نوں پڑھ کے ہو
چلے کٹے کجھ نہ کھٹیا کیہ لیناں چلیاں وڑ کے ہو
جاگ بنا دودھ جمدے نہ باہو بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو(۱۳)

دل تے دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالیا ہو
ساری عمراں پڑھد یاں گزری جہلاں دے وچ جالیا ہو
اکو اسم اللہ دا رکھیں اپنا سبق مطالیا ہو
دو ہیں جہان غلام تنہاں دے باہو جیں دل اللہ سنبھالیا ہو(۱۴)

جس انسان کو درس وحدت ازبر ہو جاتا ہے، وحدت انسانیت پر اُس کا یقین پختہ ہو جاتا ہے کیوں کہ عقیدہ وحدانیت کا عملی اظہار انسانیت کی سطح پر وحدت، یک جہتی، عالمگیر اخوت اور اتحاد واتفاق ہے جو ایسے مثالی انسانی سماج کا تصور پیش کرتا ہے جہاں انسانیت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دینے والا ہر نظریہ باطل ٹھہرتا ہے۔

ناں اوہ ہندوناں اوہ مومن ناں سجدہ دین مسیتی ہو
دم دم دے وچ ویکھن مولا جنہاں قضا نہ کیتی ہو
ناں میں سنی ناں میں شیعا میرا دوہاں تو دل سڑیا ہو
مک گئے سبھے خشکی پینڈے جدوں دریا رحمت وچ وڑیا ہو(۱۵)

مولانا رومؒ بھی ایسے مکمل اور مثالی انسان کے آرزومند ہیں جو ایسی تمام تر حیوانی ونفسانی خواہشات سے آزاد ہو جو انسان کو انسانیت کے منصب عظیم سے دور کر دیتی ہیں اور وہ قرآن کی زبان میں ''بل ھم اضل'' کے زمرے میں شمار ہونے لگتا ہے۔

دی شیخ باچراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزو ست(۱۶)

وہ عظیم انسان کہ جس کی یہ عارضی زندگی بھی مثالی ہوتی ہے اور بعد از مرگ بھی ''بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور'' کی مثال بن جاتا ہے۔ بقول حافظ شیرازی:

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما(۱۷)

اور عارف رومیؒ کے مطابق ایسے مرد کامل کی گور زمین پر نہیں مردان معرفت کے سینوں میں ہوتی ہے۔

بعد از وفات تربت ما برزمیں مجو
درسینہ ہائے مردم عارف مقام ماست

اور سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے نزدیک اہل فقر کہلانے کا وہی حق دار ہے جس کی قبر بھی زندوں میں شمار ہونے لگے۔

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو دونوں صاحبان معرفت کے ہاں توحید، رسالت، فقر، عرفان نفس، عشق حقیقی، باہمی رواداری، انسان دوستی، امن وآشتی، عالمگیر محبت، اخوت، بھائی چارہ اور وحدت انسانیت جیسے افکار عالیہ میں موضوعاتی مماثلت کا سراغ ملتا ہے۔ زبان کے حوالے سے دیکھا جائے تو مولانا رومؒ کا کلام بلاغت نظام سرتاسر فارسی زبان میں ہے جب کہ حضرت سلطان باہوؒ نے اپنی مادری زبان پنجابی کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کو بھی ذریعہ اظہار بنایا۔ دونوں عارفان کامل نے زبان وبیان کی تمام تر شعری نزاکتوں کے تقاضے بھرپور فنی مہارت کے ساتھ نبھاتے ہوئے اپنے افکار عالیہ کو شعری روپ میں پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ منیر احمد یزدانی، پروفیسر، فوز اقبال، میرپور آزاد کشمیر: مرکز تحقیقات، ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۲

۲۔ سلطان باہو، عین الفقر، ترجمہ: امیر خان نیازی، لاہور: العارفین پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۸

۳۔ ایضاً، ص ۷

۴۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین، شمارہ ۱، جلد ۱۲، مئی ۲۰۱۱ء، ص ۵۷۳

۵۔ سلطان باہو، ابیات باہو، لاہور: العارفین پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۶

۶۔ مثنوی مولانا روم، جلد دوم، دفتر سوم، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۷۴ء، ص ۱۳۳

۷۔ مثنوی مولانا روم، جلد سوم، دفتر پنجم، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۷۴ء، ص ۲۵۳

۸۔ ابیات باہو، ص ۲۰

۹۔ مثنوی مولانا روم، جلد اول، دفتر دوم، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۷۴ء، ص ۴۱

۱۰۔ مثنوی مولانا روم، جلد اول، دفتر اول، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۷۴ء، ص ۳۷

۱۱۔ ابیات باہو، ص ۵۱

۱۲۔ مثنوی مولانا روم، جلد اول، دفتر دوم، لاہور: اسلامی کتب خانہ، ۱۹۷۴ء، ص ۷۷

۱۳۔ ابیات باہو، ص ۳۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۵۔ ایضاً، ص ۶۲

۱۶۔ ماہنامہ مرآۃ العارفین، شمارہ ۱، جلد ۱۲، مئی ۲۰۱۱ء، ص ۵۷۵

۱۷۔ حافظ شمس الدین، دیوان حافظ، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان، ۱۹۸۴ء، ص ۴۱